Reg: PCPB/458-S
NPR-295

صوت النجف

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله الوارف

ماہانامہ علمی سماجی ماہِ ذی الحجۃ ۱۴۳۹ھ شمارہ ۶۰

بانی

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا سید محمد علی ہمدانی

مولانا علی عباس

مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

مولانا محمد تقی ہاشمی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

5 نظریہ امامت

7 خطبہ غدیر

10 آیت مباہلہ سے آئمہ معصومینؑ کا اپنی حقانیت پر استدلال

13 عید قربانی کیوں؟

16 امیر المؤمنینؑ یمن سے غدیر تک

18 معاہدہ حدیبیہ (۲)

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير

الشيخ بشير حسين النجفي

دام ظله الوارف

کی

نصیحت

مؤمن کے حقوق

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ و السلام علی اشرف المبعوثین محمد و آلہ المعصومینؑ واللعنۃ الدائمۃ علی اعدائھم اجمعین الی یوم الدین:

قال اللہ سبحانہ: وَ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِناتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِياءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَر

اور مؤمن مرد اور مؤمنہ عورتیں ایک دوسرے کے لئے مددگار ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

(سورہ توبہ ۷۱)

مؤمن کے حقوق میں سے دسویں حق کے بارے میں گفتگو جاری تھی :

دسواں حق: وَ یَشْهَدُ مَیِّتَه

مؤمن پر حق ہے کہ اگر کوئی مؤمن مر رہا ہو یا مر چکا ہو تو اس سے متعلقہ واجباتِ شرعیہ اور مستحبات شرعیہ کو بجالانے کے لئے مؤمن کی میت کے پاس پہنچے ۔

☆☆☆

تشییع جنازہ کے بارے میں چند نصیحتیں

تشییع جنازہ بہت نیک کام ہے اور یہ ان وظائف میں سے ہے کہ جن کے ادا کرنے سے انسان ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور اس میں میت اور میت کے پسماندگان کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا مظاہرہ ہوتا ہے ۔

تشییع جنازہ میں چند چیزیں اہمیت رکھتی ہیں جن کی طرف متوجہ رہنا ہم سب کا فریضہ ہے :۔

☆ انسان جب جنازے کو دیکھے تو اگر اس کے ساتھ نہ چل سکے تو کم از کم جب جنازہ سامنے سے گزرے تو کھڑے ہو کر

اس کا احترام کرے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کی آیت تلاوت کرے ۔

☆ اور جو جنازے کے ساتھ چل سکتا ہو وہ جنازے کے ساتھ چلے یہاں تک کہ جنازہ اپنی آخری جگہ یعنی قبر تک پہنچ جائے ، ایسا کرنا ہمدری اور عقیدت کا مظاہرہ ہے اور یہ اس وقت ہے جب میت مؤمن کی ہو۔

☆تشییع جنازہ کرنے والا مؤمن میت کی بخشش اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کرے لیکن اگر میت منافق کی ہو تو اگر انسان اپنی اور شیعوں کی حفاظت کے لئے تشییع کرنے پر مجبور ہو تو جنازے کے ساتھ چلے اور دعا کرے کہ خدا اس کو ان کے ساتھ محشور کرے جن کا یہ پیروکار تھا اور اس پر لعنت کرے اور ضروری ہے کہ اس منافق کے چاہنے والوں کو اس کا علم نہ ہو تاکہ مؤمن کے لئے کسی مصیبت کا سبب نہ بنے ۔

☆جو تشییع جنازہ میں شرکت کرے وہ اپنی شرکت کو موت یاد کرنے کا وسیلہ قرار دے کہ جس طرح آج یہ مرا ہے کسی بھی وقت ہم شرکت کرنے والے بھی مر سکتے ہیں بلکہ مریں گے اور مرنے کے لئے تیار رہیں ۔

واضح رہے اگر انسان موت کو یاد رکھے تو اس سے گناہ سرزد نہیں ہوتے اور اگر کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو فوراً خدا سے معافی مانگتا ہے اور اس طرح وہ اپنے تقوے کی حفاظت کرتا ہے اور واضح رہے کہ تقویٰ ہی وہ شرف ہے کہ جس کی وجہ سے انسان اعمال کے قبول ہونے کا مستحق ہوتا ہے ۔

☆ اور اگر کسی مظلوم کا حق اس کی گردن پر ہو تو اس کو جلدی ادا کرے ۔

☆جب تک میت پر نماز نہ پڑھی جائے اور اس کو دفن نہ کر دیا جائے بہتر ہے انسان جنازے کے ساتھ رہے ۔

☆میت کے ورثاء کا اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ میت کے فوت ہونے کی اطلاع مؤمنین کو دیں تاکہ زیادہ سے زیادہ مؤمنین تشییع جنازہ میں شرکت کر سکیں ۔

اور واضح رہے اس میں تینوں حضرات کا فائدہ ہے ، تشییع کرنے والے سے میت کے لئے استغفار کرنے سے میت کو فائدہ حاصل ہوگا ، جس نے تشییع جنازہ میں شرکت کی خدا اس کو بڑے اجر سے نوازے گا جیسا کہ ہماری معتبر روایات میں ہے اور اس سے پسماندگان میت کو تسلی ہو گی اور ان کے غم و حزن میں کمی ہوگی ۔

☆اگر انسان تشییع جنازہ میں شرکت نہ کرسکے تو اس کے لئے استغفار ضرور کرے اور میت کے لئے سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے اور پسماندگان کو ہر ممکن صحیح طریقے سے تسلی دے ۔

جاری ہے ----

اللھم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجھم

نظریہ امامت

سماحۃ آیۃ اللہ العظمی المرجع الدینی الکبیر

الشیخ بشیر حسین النجفی

دام ظلہ الوارف

امامت دین اور دنیا کی اس عمومی رہبری کو کہتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں ایک شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ تاکہ وہ شریعت کی حفاظت کرے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے قائم مقام کا منصوب ہونا واجب ہے اور اس امر پر سوائے چند فرقوں کے تمام اسلامی فرقے متفق ہیں۔ بعض اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ نصب امام کا وجوب عقلی ہے۔

بشر کو "دین اور تکلیف" کی طرف دعوت دینا لطف ہے اور خداوندعالم پر واجب ہے لہٰذا جس طرح لوگوں کی اصلاح و فلاح کا اہتمام کرنے اور فساد کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک نبی کا مبعوث ہونا ضروری ہے بالکل اسی طرح نبی کے احکام لوگوں تک پہنچانے، اسلامی حدود قائم کرنے، دین اسلام کی حفاظت کرنے، لوگوں میں عدل برقرار رکھنے، ان کے درمیان حق و انصاف کے مطابق فیصلے کرنے اور انہیں عبادت، معاملات اور سیاسیات کے احکام بتانے کے لئے ایک امام کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ امام بھی ایک لطف ہے اور لطف صاحب الطاف پر واجب ہے۔ لہٰذا جس طرح نبی کو مبعوث کرنا خداوندعالم پر واجب ہے بالکل اسی طرح امام کو منصوب کرنا بھی اس پر واجب ہے۔ بنابرایں امامت کسی بشری حکومت کا نام نہیں ہے بلکہ ایک الٰہی منصب ہے جو حکومت الٰہیہ کی اساس پر قائم ہے۔

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی ایک بہت ہی عالی منصب ہے اور اس منصب کی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآں ہونے کے لئے امام کا بعض مخصوص اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ جس طرح نبوت کے لئے عصمت شرط ہے اسی طرح امامت کے لئے بھی عصمت شرط ہے اور اس کے لئے دلیل بعینہٖ وہی ہے جو نبی کے معصوم ہونے کے بارے میں بیان کی گئی ہے کیونکہ اگر امام معصوم اور ہمہ صفت موصوف نہ ہو تو اس پر وثوق اور بھروسہ نہیں رہے گا اور لوگ اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ نتیجتاً اس کے نصب کرنے کی غرض یعنی حفاظت شریعت بھی حاصل نہیں ہوگی۔ امام کا معصوم اور نقائص وعیب سے منزہ ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ لوگ اس سے متنفر نہ ہوں ورنہ وہ اس کے اوامر و نواہی کو قبول نہیں کریں گے۔ اس کو اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل ہونا بھی ضروری ہے کیوں کہ مفضول کو افضل پر مقدم کرنا عقلاً قبیح ہے اور خدائے بزرگ و برتر کی ذات سے فعل قبیح کا صدور محال ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ امام کا منصب ایک الٰہی منصب ہے اور وہ لوگوں کا بنایا ہوا یا منتخب کیا ہوا نہیں ہوتا بلکہ منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ تاہم مسلمان غیبت امام کے دوران میں اسلامی حکومت قائم کرنے کے مجاز ہیں لیکن یہ بحث ہمارے موجودہ موضوع سے خارج ہے اور اس سلسلے میں دوسری متعلقہ کتابوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ جانشین ہیں جو سب امام برحق ہیں۔ ان میں سب سے پہلے امام جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ آپؑ کی امامت پر بے شمار دلائل ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ حدیثِ دار:

جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ O

'' اور اپنے رشتہ دار کو ڈراؤ۔'' (سورۃ شعرائ۔ آیت ۲۱۴)

تو رسول اکرم صلی اللہ و علیہ و آلہ و سلم نے امام علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہاشم کے لئے ضیافت کا اہتمام کریں اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا۔

هٰذا اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَ خَلِیْفَتِیْ بَعْدِیْ وَ وَارِثِیْ فَاسْمَعُوْا لَہ وَ اَطِیْعُوْا

یعنی '' یہ میرا بھائی ہے۔یہ میرا وصی ہے۔ میرے بعد میرا خلیفہ ہے اور میرا وارث ہے۔ تم لوگ اس کی باتیں سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

۲۔ حدیث غدیر:

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر مسلمانوں کے اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا :**اَلَسْتُ اَوْلیٰ مِنْ اَنْفُسِکُمْ**

یعنی '' کیا میں تمہاری جانوں سے بھی بہتر اور اولیٰ نہیں ہوں؟

اس پر لوگوں نے جواب دیا۔بَلٰی۔۔ یعنی بے شک آپ ہماری جانوں سے بھی بہتراور اولیٰ ہیں ۔ تب آپ نے فرمایا۔**مَنْ کُنْتُ مَوْلاہُ فَھٰذاعَلِیّ مَوْلاہُ**

یعنی '' جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے۔''

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے لوگوں سے اقرار لیا کہ آپ ان کی جانوں سے بہتر اور اولیٰ ہیں اور پھر حضرت علی علیہ السلام کو مولائیت میں اپنے برابر قراردیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں لفظ مولا سے مراد اولیٰ ہی ہے لہٰذا حضرت علی مومنوں کی جانوں اور نفسوں سے اولیٰ ہیں اور یہی منصب امامت ہے۔

۳۔ حدیث طائر:

اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ'' اے اللہ! اپنے محبوب ترین بندے کو میری طرف بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ مل کر یہ پرندہ کھائے۔''اس وقت حضرت علی وہاں پہنچے اور حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھانے میں شریک ہوئے۔ یہ حدیث حضرت علی کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ خداوند عالم بلا استحقاق ان سے محبت نہیں کرتااور جب وہ افضل ہیں تو مفضول کو افضل پر فوقیت نہیں دی جاسکتی۔

۴۔ حدیث منزلت:

اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:**اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ اِلَّااَنَّہُ لاَ نَبِیَّ بَعْدِیْ**

یعنی''اے علیؑ ! تم میرے نزدیک ایسے ہی ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے نزدیک تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

یہ روایت تمام روایتوں میں واضح الثبوت اور صحیح السند ہے ۔اور شیعہ سنی اکابر علمائے حدیث نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علیؑ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ مقرر فرماکر گئے اس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی ۔آپ نے اس حدیث کا اعادہ کئی دیگر مواقع پر بھی فرمایا ۔

قرآن مجید اور کتب تواریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ۔شریک نبوت اور تبلیغ ورسالت میں ان کے وزیر تھے ۔خدا وند عالم نے حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے قوت بازو بنایا تھا اور اگر وہ حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ رہتے تو ان کے خلیفہ اور امام واجب الاطاعت ہوتے ۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں حضرت علی کے لئے وہ تمام منزلیں ثابت کر دی ہیں جن پر حضرت ہارونؑ فائز تھے اور سوائے نبوت کے کسی سے مستثنیٰ نہیں کیا ۔لہٰذا منصب امامت آپ کے لئے بدیہی طور پر ثابت ہے ۔

۵۔ آیت ولایت :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔**اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْاالَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰو ةَوَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَوَھُمْ رَاکِعُوْنَ O**

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب حضرت علی علیہ السلام نے رکوع کی حالت میں ایک سائل کو انگشتری عطا فرمائی چنانچہ سیوطی نے اور علی ابن احمد الواحد نیشا پوری نے اسباب النزول میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ خدا وند عالم نے ولایت کو اپنی ذات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رکوع میں زکوۃ دینے والے میں حصر کیا ہے ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کے معنی اولیٰ کے ہیں اور چونکہ حضرت علیؑ کی ولایت بھی اللہ اور رسول ﷺ کی ولایت کی ردیف میں مذکور ہے لہٰذا اس کا مطلب بھی اولیٰ ہی ہے ۔

حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کے بارے میں دلائل کی ایک طویل فہرست ہے ۔آپ علم و حلم شجاعت وسخاوت ،عبادت وعدالت ،فصاحت بلاغت ،زہد وتقویٰ ،سیاست ،جہاد ،اوراسلام میں سبقت وغیرہ کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام میں افضل ہیںاور چونکہ افضل پر غیر افضل کو مقدم کرنا عقلاً قبیح ہے لہٰذا آپ سب پر مقدم ہیں ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

خطبہ غدیر

مولانا ارشاد حسین یزدانی

۱۸ ذی الحجہ کا واقعہ کوئی راز کی بات ، خفیہ اجتماع یا ڈھکا چھپا اقدام نہیں تھا جس میں کسی قسم کے شک و شبہ یا ابہام کی گنجائش ہو ۔

حق کے اجالے، چمکتے ہوئے سورج اور لق و دق صحرا میں ہزاروں مسلمانوں کا یہ عظیم اجتماع خدا کے حکم سے رسول اسلام ﷺ کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا۔ اس تقریب کی اصلی کاروائی قرآن اور حدیث میں موجود ہے ، نیز تاریخ اسلام کے اس اہم اجلاس میں شریک ہونے والے تمام مشاہیر ، ادباء اور دانشمندوں کے بیانات تاثرات اور چشم دید حالات کا ریکارڈ بھی تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے ۔ ہم یہاں صرف خطبہ غدیر کے اقتباسات کی روشنی میں اس خطبے کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے ۔

صاحب وماینطق الھویٰ نے عرش منبر پر جلوہ افروز ہو کر شکوہِ رسالت کے ساتھ سراپا انتظار مجمع کا جائزہ لیا اور پھر وحی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تقریر کو شروع فرمایا:

ابتداءِ خطبہ: اَلْحَمْدُ للهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعینُهُ وَ نُؤْمِنُ بِهِ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا الَّذِي لَا هَادِيَ لِمَنْ أَضَلَّ وَ لَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَى وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ يَا أَيُّهَاالنَّاسُ! إِنّي قَدْ نَبَّأَنِي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَنَّهُ لَنْ يُعَمَّرَ نَبِيّ إِلاّ نِصْفَ عُمْرِ الَّذِی يَلِيهِ مِنْ قَبْلِه. وَ إِنّي يُوشِكُ أَنْ أُدْعَى فَأُجِيبَ، وَ إِنّی مَسْئولٌ وَ أَنْتُمْ مَسْئُولُونَ، فَمَاذَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟

ترجمہ: ستائش اللہ کے لئے مخصوص ہے اسی کی مدد چاہئے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں نیز اپنے نفس کی برائیوں اور کردار کی خرابیوں میں اسی سے پناہ مانگتے ہیں ، جو خدا سے دور ہو جائے اسے کوئی ٹھکانے لگانے والا نہیں اور جس کو وہ راہِ ہدایت پر لگا دے اسے کوئی طاقت راہِ راست سے ہٹانے والی نہیں ، گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور پیامبر ہے ۔ اما بعد ۔ خدائے لطیف و خبیر نے مجھے آگاہ فرمایا ہے کہ کسی نبی نے اپنے سے پہلے آنے والے نبی کی آدھی عمر سے زیادہ عمر نہیں پائی بس اب تھوڑے ہی عرصہ بعد داعی اجل کو لبیک کہنے والا ہوں اور ہاں پیامِ الٰہی کے سلسلے میں میں بھی جوابدہ ہوں اور تم سے بھی پوچھ گچھ کی جائے گی لہٰذا یہ بتاؤ کہ تم کیا کہو گے ؟

وضاحت: اس عظیم الشان خطبہ کی ابتداء میں رسولِ خدا ﷺ نے سب سے پہلے حمد و ثناء کے جملے ارشاد فرمائے اور اس انداز میں کہ توحید کے اہم پہلوؤں کو واضح کیا اور فرمایا کہ مدد اس سے مانگنی ہے ، توکل اسی پر کرنا ہے ، دنیامیں پیش آنے والے شر، چاہے وہ نفس کی طرف سے ہوں یا میرے اعمال کی وجہ سے ان سے پناہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔ پھر فرمایا کہ ہدایت کا سرچشمہ اسی کی ذات ہے وہ جس کو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اس سے دور ہوگیا وہ ہدایت نہیں پاسکتا اور جو اس کےقریب ہوا دنیا کی کوئی طاقت اسے گمراہ نہیں کر سکتی ۔

اللہ تعالیٰ کی ثناء و تعریف اور اس کی توحید بیان کرنے کے بعد اپنی رسالت کو بیان فرمایا اور اس کے بعد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ فرمایا اور گفتگو شروع کی ۔

جس میں سب سے پہلے پیامبر اکرم ﷺ نے اپنے زندگی کے اختتام کی خبر دی کہ میں عنقریب یہاں سے رخصت ہونے والا ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ میری رسالت کے متعلق مجھ سے سوال ہوگا اور آپ سے بھی سوال ہوگا

یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسالت کی تبلیغ کے سلسلہ میں رسول خدا ﷺ سے بھی سوال ہوگا کہ جسطرح اس رسالت کے قبول کرنے کے سلسلے میں لوگوں سے سوال ہوگا۔

رسول خدا ﷺ کا یہ جملہ: اس کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کے اس سوال پر ڈیڑھ لاکھ کی چھلکتی ہوئی محفل نے بیک آواز ہو کر عرض کی اے نورِیزداں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرض رسالت انجام دیا، ہمیں نصیحت فرمائی اور لگا تار کوشش کرتے رہے، اللہ آپ ﷺ کو جزائے خیر دے۔

خطابت کا دریا پھر امڈا اور قاب قوسین نے اپنی تقریر دل پذیر کا رشتہ جوڑتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَلَيْسَ تَشْهَدُونَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاّ اللهُ، وَ أَنّ مُحمّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، وَ أَنّ جَنّتَهُ حَقّ، وَ نَارَهُ حَقّ، وَ أَنّ الْمَوْتَ حَقّ وَ أَنّ الْبَعْثَ حقّ بَعْدَالْمَوْتِ، وَ أَنّ السّاعَةَ آتِيَةٌ لا رَيْبَ فِيهَا، وَ أَنّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ

ترجمہ: کیا تمہیں خدا کے معبود یکتا ہونے اور محمدؐ کی عبدیت اور رسالت کا اعتراف نہیں؟ کیا تم اس حقیقت کے قائل نہیں ہو کہ اس کی جنت، اس کی دوزخ، موت کا قانون او رقیامت کی آمد اور حشر و نشر برحق ہیں؟

وضاحت: خطبہ کے اس حصہ میں رسول خدا ﷺ نے سامعین سے اسلامی بنیادی عقائد کا اقرار لیا بلکہ اسی طرح جسطرح ابتدائے خطبہ میں حمد و ثناء کرتے ہوئے ان عقائد کو بیان کیا اسی طرح ان سے ان تمام عقائد (توحید، رسالت، موت و حیات، آخرت) کا اقرار لیا، رسول خدا ﷺ کے ان جملوں کے بعد پورے مجمع نے ہم آہنگ ہو کر کہا کہ بے شک ہم ان تمام حقائق کو تسلیم کرتے ہیں اور جب مجمع سے آوازیں کم ہوگئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا:

قال: اللّھمّ اشھدْ. اے اللہ تو گواہ رہنا

أيّها الناس ألا تسمعون؟ قالوا: نعم. میری آواز کو سن رہے ہو؟

لوگوں نے اثبات میں جواب دیا: جی ہاں۔

اس کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيّهَا النّاسُ! إنّي فَرَطُكُمْ وَ إنّكُمْ وَارِدُونَ عَلَيّ الْحَوْضَ، أعْرَضُ مَا بَيْنَ بُصْرَى إِلَى صَنْعَاءَ، فيهِ عَدَدَ النّجوم قِدْحَانٌ مِنْ فِضّة، وَ إنّي سَائِلُكُمْ حِينَ تَرِدُونَ عَلَيّ عَنِ الثّقَلَيْنِ، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونّي فِيهِمَا،

ترجمہ: میں تم سے پہلے حوضِ کوثر پر پہنچ رہا ہوں تم بعد میں آنے والے ہو، حوضِ کوثر کی چوڑائی اتنی ہوگی کہ جتنا صنعاء سے لے کر بصریٰ تک کا راستہ ہے اور نقیری جام و ساغر کا کیا شمار جیسے آسمان کے تارے، اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان دو گراں بہا چیزوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو!

وضاحت: جب رسولِ خدا ﷺ یہاں پہنچے تو مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: وَ مَا الثّقلانِ يَا رَسُولَ اللهِ؟!

اے اللہ کے رسول ﷺ ثقلین (دو گراں بہا چیزیں) سے آپ کی مراد کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: الثّقَلُ الأكْبَرُ كِتَابُ اللهِ عَزّوَجَلّ. سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِاللهِ وَ طَرَفُهُ بِأيْدِيكُمْ، فَاسْتَمْسِكُوا بِهِ لاَتَضِلّوا وَ لاَ تبَدّلُوا. وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي فَإنّهُ قَدْ نبّأنِيَ اللّطِيفُ الْخَبِيرُ أنّهُمَا لَنْ يَنْقَضِيَا حَتّى يَرِدَا عَلَيّ الْحَوْضَ. وَ الثّقَلُ الأَصْغَرُ عِتْرَتِي أهْلَ بَيْتِي. قَدْ نبّأنِي اللّطِيفُ الْخَبِيرُ إنّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّى يَلْقَيَانِيّ. لاَ تُسَابِقُوهُمْ فَتَهْلِكُوا، وَ لاَ تقْصِرُوا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوا

ترجمہ: بہرحال ثقل اکبر اللہ کی کتاب ہے جو ایک رسی ہے اللہ کی طرف سے تمہاری طرف پھیلائی گئی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اوردوسرا آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کو مت چھوڑنا، اور ثقل اصغر وہ میری عترت ہے اور مجھے خدائے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے، ان دونوں کا ساتھ دائمی ہے ان سے آگے یا پیچھے رہنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

وضاحت و تبصرہ: خطبہ کے اس حصہ میں رسول خدا ﷺ نے دو اہم چیزوں کا ذکرفرمایا ہے: ایک قرآن اور دوسرے اہلبیتؑ۔ گویا کہ رسول خدا ﷺ اپنی امت کی ہدایت کے لئے ان دو راستوں کا انتخاب کر کے جارہے ہیں، یہی دو چیزیں رسول خدا ﷺ نے الگ حدیث میں بیان فرمائی ہیں جس کو تقریباً اکثر سنی علماء نے بھی اپنی بڑی بڑی کتابوں میں نقل کیا ہے اور وہ حدیث ثقلین کے نام سے مشہور ہے۔فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابُ اللَّهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا، أَنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْض

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی ذریت اہل بیتؑ، جب تک ان کے ساتھ متمسک رہو گے میرے بعد گمراہ نہ ہوگے، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔

رسولِ خدا ﷺ کے یہ بیان کرنے کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ مجمع سے کچھ تلاش کر رہے ہیں، ایک دم ان کی آنکھیں حضرت علی علیہ السلام پر رکیں اور آپ ﷺ نے علیؑ کو بلایا، ان کا ہاتھ تھاما اور اتنا بلند کیا کہ ان کی دونوں بغلوں کی سفیدی پورے مجمع نے دیکھی اور اس کے بعد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَوْلَى النَّاسِ بِالْمُؤْمِنِينَ ترجمہ: لوگو! بتاؤ، مؤمنین پر خود ان سے زیادہ کسے اختیار حاصل ہے ؟ سب نے کہا : الله ورسوله أعلم اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے ۔

اس کے بعد حضور ﷺ فراز منبر ہوئے اور اعلان غدیر اس انداز میں کیا :

إنّ اللهَ مَوْلاَیَ وَ أنَا مَوْلَی الْمُؤمِنينَ، وَ أنَا أوْلَی بِهِمْ مِنْ أنْفُسِهِمْ،

فَمَنْ كُنْتُ مَوْلاَهُ فَهَذَا مَوْلاَهُ .

ترجمہ : بے شک خدا میرا مولا ہے میں ایمان والوں کا مولا ہو ں اور میں خود ان سے زیادہ ان پر حق رکھتا ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے ۔

کتاب آیاۃ الولایۃ میں نقل کیا گیا ہے کہ :اس جملہ کو رسول خدا ﷺ نے تین مرتبہ دہرایا: کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے ۔مگر امام احمد حنبل کا اصرار ہے کہ تین مرتبہ نہیں بلکہ چار مرتبہ فرمایا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے دعائیہ جملے ارشادفرمائے :

اَللّهمّ والِ مَنْ والاه وَعادِ مَنْ عاداهُ، وَأَحِبّ مَنْ أَحَبَّهُ وَابْغِضْ مَنْ أبْغَضَهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَه وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ وَأَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دارَ ثمّ قال (صلى الله عليه وآله) : أَلا فَلْيُبلّغ الشّاهِدُ الْغائِبَ.

ترجمہ : اے پروردگار جو علیؑ سے محبت کرے اسے تو دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی کرے اس سے تو بھی دشمنی کا برتاؤ کر ، علیؑ کی نصرت کرنے والوں کی مدد فرما اور علیؑ سے روگردانی کرنے والوں سے منہ موڑ لے ، اے پالنے والے علیؑ جدھر کا رخ کریں حق کو اسی طرف موڑ دے ۔

پس جو لوگ اس وقت حاضر ہیں وہ اس بات کو ان افراد تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں ۔

وضاحت : اکثر علماء نے اس خطبے کو یہاں تک نقل کیا ہے اور انہی الفاظ پر اختتام کیا ہے لیکن مانے ہوئے مؤرخ محمد ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ ھ) اپنی کتاب الولایۃ میں مشہور صحابی زید بن ارقم (متوفی ۶۶ھ) کی زبانی اس خطبے کے بعد چند اور اجزاء کا اضافہ کیا ہے ۔ ان کے بیان کے مطابق حضور ﷺ نے اپنی تقریر کے آخر میں ارشاد فرمایا:

معاشر الناس ؟ قولوا: أعطيناك على ذلك عهدا عن أنفسنا وميثاقا بألسنتنا وصفقة بأيدينا نؤديه إلى أولادنا و أهالينا لا نبغي بذلك بدلا وأنت شهيد علينا وكفى بالله شهيداً.

ترجمہ : اے لوگوں کہو کہ ہم آپ سے اس بات کا عہد کرتے ہیں، پیمان باندھتے ہیں ، زبان دیتے ہیں ، ہاتھ سے بیعت کرتے ہیں اور اس امانت کو ہم اپنی اولاد اور اپنے خاندان تک پہنچائیں گے ، نیز اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے ، آپ ﷺ ہمارے اس اقرار و اعتراف کے گواہ رہیں اور اسکے لئے خدا کی گواہی کافی ہے ۔

پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قولوا ما قلت لكم، وسلموا على علي بإمرة المؤمنين

لوگو جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے اس کو دہراؤ اور علیؑ کو امیر المؤمنین کی حیثیت سے سلام کرو ۔ خطبہ ختم ہوا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ رسولِ خدا ﷺ اور تمام مجمع پسینہ میں شرابور تھا ، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی :

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلاَمَ دِينا

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کوبطور دین پسند کر لیا۔(سورہ مائدہ ۳)

وضاحت: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ عَلَى اِكْمالِ الدِّيْنِ وَاِتْمامِ النِّعْمَة وَرِضَى الرَّبُّ بِرِسَالَتِي وَالْوِلايَةِ لِعَلِيٍّ مِنْ بَعْدِي.

ترجمہ :اللہ کی بڑائی ، اللہ کی بزرگواری دین کے کامل ہونے پر ، نعمت کے تمام ہونے پر اور اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر راضی ہوگیا ۔

زید ابن ارقم کہتا ہے کہ سرکارِ رسالت کے آخری جملے کے ساتھ ہی لوگ جوق در جوق منبر کی طرف بڑھے سارے مجمع نے ایک آواز ہو کر عرض کیا کہ ہم دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم بجالائیں گے ، اس کے بعد سب نے حضرت علی علیہ السلام کے گرد جمع ہو کر مبارکباد یاں شروع کر دیں ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے بھی آگے بڑھ کر مبارکباد پیش کی ۔

مسند احمد ج۴ ص ۲۸۱ میں آیا ہے کہ حضرت عمر کی مبارکبادی کے یہ الفاظ تھے :

هَنيئاً لَكَ يَابْنَ أَبي طالِب أَصْبَحْتَ وَأَمْسَيْتَ مَوْلَى كُلِّ مُؤمن وَمُؤمنَة

ترجمہ: اے ابو طالب کے بیٹے علیؑ ، آپ کو مبارک ہو ، آپؑ مؤمنوں اور مؤمنات کے مولا ہوگئے ۔

بقیہ صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں ----------

مباہلہ

آیت مباہلہ سے آئمہ معصومین (علیہم السلام) کا اپنی حقانیت پر استدلال

مولانا شہباز حسین مہرانی

چوبیس ذوالحجہ کا دن ہمیں ایک بہت بڑے واقعے کی یاد دلاتا ہے ، جس دن دین اسلام کی حقانیت اور عظمت واضح اور آشکار ہو گئی اور وہ دن ہمیشہ کے لیے حق اور باطل میں فیصلہ کُن ثابت ہوا۔

اور اس دن سرور کائنات ﷺ نے بحکم خدا (آیت مباہلہ سورہ آل عمران آیت ۶۱) نجران کے عیسایوں کے ساتھ مباہلہ کے لیے اپنے ساتھ انفسنا (امیر المومنین علی علیہ السلام) نساءنا (سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا) ابناءنا (حسنین علیہما السلام) لے گئے اور یہ بات فریقین کی روایات سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے اگر کوئی اس میں اختلاف کرے تو اظہر من الشّمس بات کا انکار ہے ۔

آیت مباہلہ اہل بیت علیہم السلام کی شان ، عظمت اور ان کی رسول اللہ ﷺ کے بعد پوری امت پر فضیلت اور امامت کو ثابت کرتی ہے اور اس آیت سے آئمہ معصومین علیہم السلام نے جو اپنی حقانیت پر استدلال کیا ہے ، ہم اس مقالہ میں وہ پیش کریں گے ۔

اس آیتِ کریمہ سے امیر المومنین علی علیہ السلام نے شوریٰ کے موقع پر استدلال کیا ، آپ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ :

اَنْشُدُكُمْ اللہَ هَلْ فِيْكُمْ اَحَدٌ جَعَلَهُ اللہُ نَفْسَ النَّبِیِّ وَ اَبنَائَهُ اَبْنَائَهُ وَ نِسَائَهُ نِسَائَهُ غَيْرِیْ قَالُوْا:اَللّٰهمَّ لَا ۔ (الصواعق المحرقۃ)

بخدا تم یہ بتاؤ کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا فرد موجود ہے جسے اللہ نے نفس نبی قرار دیا ہو؟ جس کے بیٹوں کو رسول خدا (ص) کے بیٹے اور جس کی خاتون کو رسول خدا (ص) کی بیٹی قرار دیا ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔

بیشک رسول خدا ﷺ کے اہل بیت اور قرابت دار فقط یہی ہستیاں اور ان کی اولاد ہے ، امام علیہ السلام کا استدلال کرنا واضح ثبوت ہے کہ اس کائنات میں نفس رسول ایک ہی ہستی ہے اور آپ ﷺ کے بعد امامت و ولایت کا حقدار صرف نفس رسول (امام علی علیہ السلام) ہیں ۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا استدلال

ہارون عباسی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا: آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ : "ہم رسول خدا (ﷺ) کی نسل سے ہیں حالانکہ رسول خدا ﷺ کی کوئی نسل نہیں ہے، کیونکہ نسل بیٹے سے چلتی ہے نہ کہ بیٹی سے، اور آپ رسول خدا ﷺ کی بیٹی کی اولاد کی اولاد ہیں؟ آپ ذریت رسول اللہ ﷺ کیسے ہوئے ؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس سوال کے جواب سے معذور رکھیں۔

ہارون نے کہا: اے فرزند علی علیہ السلام آپ کو اس بارے میں اپنی دلیل بیان کرنا پڑے گی، اور آپ اے موسی علیہ السلام ان کے سربراہ اور ان کے زمانے کے امام ہیں ۔ مجھے یہی بتایا گیا ہے ۔ اور میں جو کچھ بھی پوچھتا ہوں آپ کو اس کے جواب سے معذور نہیں رکھوں گا حتی کہ ان سوالات کی دلیل قرآن سے پیش کریں ، اور آپ فرزندان علی علیہ السلام دعوی کرتے ہیں کہ قرآن میں کوئی بھی ایسی بات نہیں ہے جس کی تاویل آپؑ کے پاس نہ ہو، اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ **مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ** (ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی) سورہ الانعام آیت ۳۸۔ اور یوں اپنے آپ کو رائے اور قیاس کے حاجتمند نہیں سمجھتے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے جواب کی اجازت ہے؟

ہارون نے کہا: کہہ دیں۔

امامؑ نے فرمایا:**أَعُوذُ بِاللّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ★ بِسْمِ اللّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ كُلاًّ هَدَيْنَا وَنُوحاً هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ★ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ"۔**

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عنایت کیے، سب کی رہنمائی بھی کی اور اس سے قبل ہم نے نوح کی رہنمائی کی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کی بھی اور نیک لوگوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں،اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کی بھی، (یہ) سب صالحین میں سے تھے۔(سورہ الأنعام آیت ۸۴ ــ ۸۵)

عیسیٰؑ کا باپ کون ہیں؟

ہارون نے کہا: ان کا کوئی باپ نہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

إنما ألحقه بذراری الأنبیاء من طریق مریم، و کذلک ألحقنا الله تعالی بذراری النبی من أمنا فاطمة أزیدک

پس خداوند متعال نے مریم سلام اللہ علیہا کے ذریعے انہیں انبیاء علیہم السلام کی نسل سے ملحق فرمایا ہے اور ہمیں بھی ہماری والدہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ذریعے رسول اللہ کی نسل سے ملحق فرمایا ہے؛ کیا پھر بھی بتاؤں؟

ہارون نے کہا: کہہ دیں۔

قلت: قول الله عز و جل، فَمَنْ حَاجَّکَ فِیهِ مِنْ بَعْدِ ما جاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ-فَقُلْ تَعالَوْا نَدْعُ أَبْناءَنا وَ أَبْناءَکُمْ- وَ نِساءَنا وَ نِساءَکُمْ وَ أَنْفُسَنا وَ أَنْفُسَکُمْ-ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَی الْکاذِبِینَ، و لم یدع أحد أنه أدخل النبی تحت الکساء-عند المباهلة مع النصاری-إلا علی بن أبی طالب و فاطمة و الحسن و الحسین-فکان تأویل قوله أبناءنا الحسن و الحسین، و نساءنا فاطمة و أنفسنا علی بن أبی طالب۔

امام علیہ السلام نے آیت مباہلہ کی تلاوت فرمائی

(آپ ﷺ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰؑ کے بارے میں) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔) کسی ایک نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کے وقت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام، سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا، امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے علاوہ کسی اور کو چادر میں داخل کیا ہو (مباہلہ کے لیے ساتھ لے گئے ہوں)۔پس نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قول کی تاویل یہ ہوگی کہ ابناء نا سے مراد حسنین علیہما السلام ہیں اور نسائنا سے مراد سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں اور انفسنا سے مراد امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں ۔

[پس خداوند متعال نے آیت مباہلہ میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو رسول اللہؐ کے بیٹے قرار دیا ہے اور یہ صریح ترین ثبوت ہے اس بات کا کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کی نسل اور ذریت ہیں]۔(حوالہ : عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۰۱ ۔ ۱۰۲)

امام علی رضا علیہ السلام کا استدلال

مأمون عباسی نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا: امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی عظیم ترین فضیلت ۔جس کی دلیل قرآن میں موجود ہو ۔کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ : امیرالمؤمنین علی (علیہ السلام) کی فضیلت مباہلہ میں ہے اور پھر آیت مباہلہ کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا:رسول خدا ﷺ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام جو آپ ﷺ کے بیٹے ہیں کو بلوایا اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بلوایا جو آیت میں "نسائنا" کا مصداق ہیں اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کو بلوایا جو اللہ کے حکم کے مطابق "انفسنا" کا مصداق اور رسول خدا ﷺ کا نفس اور آپ ﷺ کی جان ہیں اور ثابت ہوا ہے کہ کوئی بھی مخلوق رسول اللہ ﷺ کی ذات با برکات سے زیادہ جلیل القدر اور افضل نہیں ہے ، پس کسی کو بھی رسول خدا ﷺ کے نفس و جان (امام علی علیہ السلام) سے بہتر نہیں ہونا چاہیے۔

بات یہاں تک پہنچی تو مامون نے کہا: خداوند متعال نے "ابناء" کو صیغہ جمع کے ساتھ بیان کیا ہے جبکہ رسول خدا ﷺ صرف اپنے دو بیٹوں کو ساتھ لائے ہیں، "نساء" بھی جمع ہے جبکہ آنحضرت ﷺ صرف اپنی ایک بیٹی کو لائے ہیں، پس یہ کیوں نہ کریں کہ "انفس" کو بلوانے سے مراد رسول خدا ﷺ کی اپنی ذات ہے، اور اس صورت میں جو فضیلت آپ ﷺ نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لئے بیان کی ہے وہ خود بخود ختم ہوجاتی ہے!

فقال الرضا علیه السلام لیس بصحیح ما ذکرت و ذلک أن الداعی إنما یکون داعیاً لغیره کما یکون الآمر آمراً لغیره و لا یصح أن یکون داعیاً لنفسه فی الحقیقة کما لا یکون آمراً لها فی الحقیقة و إذا لم یدع رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم رجلاً فی المباهلة إلا امیر المؤمنین علیه السلام فقد ثبت أنه نفسه التی عناها الله تعالیٰ فی کتابه و جعل حکمه ذلک فی تنزیله.

امام علی رضا علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ : نہیں، یہ درست نہیں ہے کیونکہ دعوت دینے والا اور بلوانے والا اپنی ذات کو نہیں بلکہ دوسروں کو بلواتا ہے، آمر (اور حکم دینے والے) کی طرح جو اپنے آپ کو نہیں بلکہ دوسروں کو امر کرتا اور حکم دیتا ہے، اور چونکہ رسول خدا ﷺ نے مباہلہ کے وقت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے سوا کسی اور مرد کو نہیں بلوایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام وہی نفس ہیں جو کتاب اللہ میں اللہ کا مقصود و مطلوب ہے اور اس کے حکم کو خدا نے قرآن میں قرار دیا ہے۔

پس مامون نے کہا: جواب آنے پر سوال کی جڑ اکھڑ جاتی ہے(حوالہ : الفضول المختارۃ تألیف السید شریف المرتضی ص ۳۸)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام نے اس آیت کریمہ سے استدلال کسی عام بندے سے نہیں کیا بلکہ اس شخص کے سامنے کیا ہے جو اس دور میں حاکمِ وقت تھا اور ان کی دربار میں ان کے حواریوں کے سامنے واضح اور صاف الفاظ میں ان کے اعتراضات اور اشکالات کا جواب دیا جو رہتی دنیا تک ہر منصف انسان کے لیے راہِ حیات ہیں اور اس شخص کے لیے دو راہ نہیں ہوں گے کہ کون نفس رسول ہے بلکہ جو بھی یہ دلیلیں پڑھے گا اسے یقین ہو جائے گا کہ اس کائنات میں بعد از رسول اللہ ﷺ عظیم ہستیاں ہیں تو یہ اہلبیت رسول اللہ علیہم السلام ہیں جن میں سے ایک نفس رسولؐ ہیں ، سیدۃ نساء العالمینؑ ہیں اور جوانان جنت کے سردار ہیں ، یقیناً جب حق آشکار ہوتا ہے تو باطل مٹ جاتا ہے ۔

اور اسی طرح باقی آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس آیت کریمہ سے اپنی حقانیت پر استدلال کیا ہے ، اور اسی طرح بعض صحابہ نے اہل بیت علیہم السلام کی حقانیت پر اس آیت مجیدہ سے استدلال کیا ہے ۔

ان تمام استدلالات سے جو بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے وہ یہ ہے کہ مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام نفس رسولؐ ہیں اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام ذریت رسول اللہ ﷺ ہیں ۔

اور جو ان سے متمسک ہوگا وہی کامیاب اور کامران ہوگا اور وہ کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ ہستیاں آیت مباہلہ اور حدیث ثقلین کے مطابق عترتی و اھل بیتی کا مصداق ہیں ۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجھم

بقیہ : خطبہ غدیر

تاریخ بغداد ج۷ ص۲۹۰ میں حضرت عمر کی مبارکباد کے یہ الفاظ درج ہیں :

بَخٌ بَخٌ لَكَ يَابْنَ أَبي طالِب أَصْبَحْتَ وَأَمْسَيْتَ مَوْلايَ وَمَوْلا كُلِّ مُؤمِن وَمُؤْمِنَة.

مبارک مبارک اے ابو طالبؑ کے بیٹے ، آپؑ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے مولا و سردار مقرر ہوگئے ۔

اسی دوران حضرت ابن عباس نے فرمایا: والله إنه عهد سيبقى في أعناقهم

ترجمہ: اللہ کی قسم یہ ایک پیمان ہے جو ان کی گردنوں پر باقی رہے گا ۔

علیؑ کی ولایت کے اعلان کے بعد مشہور شاعر حسان بن ثابت نے مولا کی شان میں قصیدہ لکھا کہ جس کے چند اشعار یوں تھے:

فَقالَ لَهُ قُمْ يا عَلَيٌّ فَإنَّني *** رَضيتُكَ مِنْ بَعْدي اِماماً وَهادِيا

فَمَنْ كُنْتُ مَوْلاهُ فَهذا وَلِيُّهُ *** فَكُونُوا لَهُ اتْباعَ صِدْق مُواليا

هُناكَ دَعا اَللّهُمَّ وَالِ وَلِيَّهُ *** وَكُنْ لِلَّذي عادا عَلِيّاً مُعادِيا

ترجمہ: رسول خدا ﷺ نے اسے کہا اٹھو یا علیؑ ، میں اپنے بعد آپ کو امام اور ہادی کے طور پر پسند کرتا ہوں ، پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ ولی ہے ، اے لوگوں اس کو مولا مانتے ہوئے سچے دل سے اتباع کرنا ، پھر وہاں رسولِ خدا ﷺ نے دعا کی اور فرمایا پروردگار اس کے دوست کو دوست رکھنا اور اس کے دشمن کو تو بھی دشمن رکھنا ۔

الأضحية

قربانی کیوں؟

مولانا محمد علی غازی

دس ذی الحجہ کو تمام مسلمان عید قربانی بڑی شان و شوکت کے ساتھ مناتے ہیں اور ہر مسلمان اپنی بساط کے مطابق اس عید کو منانے کی کوشش کرتا ہے اور یہ بات مسلمات اسلام میں سے ہے کہ اس عید کو ایک عظیم قربانی کی یاد میں منایا جاتاہے ، جس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں کئی مقامات پر ذکر کیا ہے ، ہم اس مختصر مقالے میں اس عید سعید کے بارے میں کلامِ خدا اور کلامِ معصومین علیہم السلام سے استفادہ کرتے ہوئے اس کا فلسفہ ، اس عید سعید میں قربانی کا ثواب اور قربانی کیسے قبول ہوگی پر مختصر گفتگو کریں گے ۔

فلسفہ قربانی:

یہ بات تقریباً اکثریت مسلمانوں کے نزدیک طے ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو بھی حکم دیا چاہے وہ واجب ہو ، چاہے وہ حرام ہو اس میں کوئی نا کوئی مصلحت ہوتی ہے کہ جسے علت یا فلسفہ حکم کہا جاتا ہے اور قربانی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ یہ عظیم عبادت ہر امت میں رائج اور جائز تھی۔

اور اس عظیم عبادت کا فلسفہ قربِ الٰہی کا حصول ہے جو کہ ہر عبادت کا فلسفہ ہے اور قربانی بھی عبادتِ الٰہی میں سے ایک اہم عبادت ہے جس میں انسان اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لئے حکمِ خدا پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اللہ کے حضور قربانی پیش کرتا ہے ۔

قرآن مجید میں جناب آدمؑ کے بیٹوں کا قصہ ذکر ہوا ہے جس میں کچھ اس طرح علت قربانی بیان ہوئی : وَ اتْلُ عَلَيهِمْ نَبَأَ ابْنىَ ْ ءَادَمَ بالْحَقّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْأخَرِ قَالَ لأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِين

اور آپ ﷺ انہیں آدمؑ کے دونوں بیٹوں کا حقیقی قصہ سنائیں کہ جب ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی ، دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی ۔ (مائدہ ۲۷)

اس آیتِ کریمہ میں صرف قربانی کا ذکر ہے لیکن دوسری آیت میں اس قربانی کی علت کچھ اس طرح بیان ہوئی :

الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّ اللهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتىَ يَأْتِينَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ (آل عمران ۱۸۳)

جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ جب تک کوئی رسول ہمارے سامنے ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ آکر کھا نہ جائے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے ۔

اس آیتِ کریمہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یہ قربانی اس لئے دیتے تھے تاکہ پتہ چلے کہ یہ اللہ کا رسول ہے یا نہیں اور چونکہ جناب آدمؑ کے بعد وراثتِ آدمؑ کے لئے ہابیل و قابیل کے درمیان جھگڑا ہوا تو اللہ نے قربانی پیش کرنے کا حکم دیا اور اللہ نے جناب ہابیلؑ کی قربانی قبول فرمائی اور اس طرح وہ عہدہ رسالت کے مستحق قرار پائے اور حضرت آدمؑ کے بیٹوں کی قربانی پر یہ سلسلہ نہیں رکتا بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عظیم عبادت کو ہر امت کے لئے ایک دستور بنا کر ان کی زندگی کا حصہ بنا دیا جس طرح سورۃ حج میں اشارہ فرمایا ہے :

وَ لِكُلّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً لِّيَذْكُرُواْ اسْمَ اللهِ عَلىَ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَاهُكُمْ إِلَاهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُواْ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِين (سورۃ حج ۳۴)

اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کا ایک دستور مقرر کیا ہے تاکہ وہ ان

جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے عطا کئے ہیں ، پس تمہارا معبود ایک ہی ہے ، پس اسی کے آگے سر تسلیم خم کرو ، اور اے رسول ﷺ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے ۔

اس آیت کریمہ سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح ہر امت کے لئے خاص منسک قرار دیا اسی طرح امت محمدی کو بھی ایک خاص منسک عطا کیا جیسے حج کے دیگر مناسک اس بات کے لئے شاہد ہیں ۔

قربانی بھی ایک طریقہ عبادت ہے اور اہم اہم فلسفہ اس عید قربان کا کہ جس میں اللہ کے حضور جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ فقراء و مساکین اور مسافروں کو دعوت دی جائے ، ان کی خدمت کا جذبہ پید ا ہو ، انسان جب تک اپنی انا اور تکبر کو چھوڑ کر غرباء و مساکین سے تعاون نہ کرے کبھی بھی قربِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتا ۔

پس اللہ پر ایمان کا اظہار اس وقت ہی ممکن ہے جب انسان اس کی رضا کے حصول کے لئے قربانی پیش کرے ، رسول خدا ﷺ سے مروی ہے :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص إِنَّمَا جَعَلَ اللَّهُ هَذَا الْأَضْحَى لِتَشْبَعَ مَسَاكِينُكُمْ مِنَ اللَّحْمِ فَأَطْعِمُوهُمْ (وسائل الشیعۃ ؛ ج۱۴ ؛ ص۲۰۵)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کو اس لئے فرض کیا ہے تاکہ تمہارے مسکین لوگ گوشت سے استفادہ کریں پس تم ان مساکین کو کھلاؤ ۔

اور ایک اہم فلسفہ قربانی کا امام صادق علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے :

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا عِلَّةُ الْأُضْحِيَّةِ فَقَالَ إِنَّهُ يُغْفَرُ لِصَاحِبِهَا عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا عَلَى الْأَرْضِ وَ لِيَعْلَمَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ مَنْ يَتَّقِيهِ بِالْغَيْبِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَ لَنْ يَنالَ اللَّهَ لُحُومُها وَ لا دِماؤُها وَ لكِنْ يَنالُهُ التَّقْوى مِنْكُمْ ثُمَّ قَالَ انْظُرْ كَيْفَ قَبِلَ اللَّهُ قُرْبَانَ هَابِيلَ وَ رَدَّ قُرْبَانَ قَابِيلَ (وسائل الشیعۃ ؛ ج۱۴ ؛ ص۲۰۷)

ابو بصیر نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ قربانی کا کیا فلسفہ ہے ؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب پہلا قطرہ قربانی کے خون کا زمین پر گرتا ہے تو اللہ کی ذات قربانی کرنے والے کو بخش دیتی ہے اور تاکہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو جان لے جو اس سے غیب کی بنیاد پر ڈرتا ہے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قربانی کا گوشت اور خون اسے نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے ۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی کو قبول فرمایا اور قابیل کی قربانی کو رد کر دیا۔

اس حدیث میں قربانی کے دو اہم فلسفے امام صادق علیہ السلام نے فرمائے ، ایک یہ کہ قربانی بخشش کا ذریعہ ہے اور دوسرا تقویٰ کے حصول کا بھی سبب ہے۔

قربانی کے اسباب و علل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ عظیم عبادت ہے جو انسان کے گناہوں کے معاف ہونے کا سبب بنتی ہے اور انسان کو اللہ کے حضور سرِ تسلیم خم کرنے کا طریقہ سکھاتی ہے اور ساتھ میں غرباء و مساکین کی خاطر خواہ خدمت کا جذبہ بھی پیدا کرتی ہے ۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں اس عظیم عبادت کے ظاہری فوائد کا بھی ذکر کیا جیسا کہ سورہ مبارکہ حج میں ارشاد خداوندی ہے :

لِّيَشْهَدُواْ مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُواْ اسْمَ اللَّهِ فىِ أَيَّامٍ مَّعْلُومَتٍ عَلىَ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَمِ فَكلُواْ مِنهْا وَ أَطْعِمُواْ الْبَائسَ الْفَقِيرَ (سورۃ حج ۲۸)

تاکہ وہ ان فوائد کا مشاہدہ کریں جو انہیں حاصل ہیں اور خاص دنوں میں اللہ کا نام لو ان جانوروں پر جو اللہ نے انہیں عنایت کئے ہیں ، پس ان سے تم خود بھی کھاؤ اور مفلوک الحال ضرور تمندوں کو بھی کھلاؤ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان فائدوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:الکل یعنی تمام فائدے مراد ہیں چاہے دنیوی ہوں یا اخروی ۔ (اصول کافی ج۴، ص۴۲۲)

اہم نکتہ : یہاں پر قربانی جو کہ حج کرنے والوں پر واجب ہے اس قربانی سے عام معنی مراد ہیں کیونکہ بعض روایات اس عظیم عبادت کو غیر حاجیوں کے لئے بھی مستحب قرار دیتی ہیں ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا :عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ عَنِ الْأَضْحَى فَقَالَ هُوَ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِلَّا مَنْ لَمْ يَجِدْ فَقَالَ لَهُ السَّائِلُ فَمَا تَرَى فِي الْعِيَالِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَعَلْتَ وَ إِنْ شِئْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَأَمَّا أَنْتَ فَلَا تَدَعْهُ (وسائل الشیعۃ ؛ ج۱۴ ؛ ص۲۰۵)

امام صادق علیہ السلام سے ایک بندے نے قربانی کے متعلق سوال کیاتو آپ علیہ السلام نے فرمایا:کہ ہر مسلمان پر واجب ہے سوائے اس کے جس کے پاس استطاعت نہ ہو۔ پس سائل نے پوچھا:

جو شخص قربانی کر سکتا ہے کیا اس کے عیال کے لئے قربانی کرنا واجب ہے ؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر چاہو تو کر لو اور چاہو تو نہ کرو ، لیکن اپنی طرف سے قربانی کو ترک نہ کرو۔

رسول خدا ﷺ سے مروی ہے :وَ ضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ ص بِكَبْشَيْنِ ذَبَحَ وَاحِداً بِيَدِهِ وَ قَالَ اللَّهُمَّ هَذَا عَنِّي وَ عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي- وَ ذَبَحَ الْآخَرَ وَ قَالَ اللَّهُمَّ هَذَا عَنِّي وَ عَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي (وسائل الشیعۃ ؛ ج۱۴ ؛ ص۲۰۵)

راوی کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے دو دنبے قربانی کے لئے ذبح کئے ، ایک کو اپنے مبارک ہاتھ سے ذبح کیا اور فرمایا پروردگار یہ قربانی میری طرف سے اور

میرے ان اہل بیتؑ کی طرف سے جنھوں نے قربانی نہیں کی ، اور دوسرے دنبے کو ذبح کیا اور فرمایا: پروردگار یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جنھوں نے قربانی نہیں کی ۔

ان روایات اور اس جیسی دیگر روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قربانی سنت مؤکدۃ ہے جس کا اجر بہت زیادہ ہے ۔

پس فلسفہ قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور سر تسلیم خم کرنا ہے اور اللہ کی بندگی کا اظہار کرنا ہے اور اللہ کے لئے اپنے مال کو قربان کرنا ہے ۔

قربانی خالصتاً اللہ کے لئے ہو۔

قرآن اور اہل بیت علیہم السلام کے فرامین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قربانی صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے حصول اور جذبہ ایثار کے ساتھ ہونی چاہئے کیونکہ جس قربانی میں رضائے خدا لم یزل نہ ہو وہ یقیناً غیر اللہ کے لئے قربانی شمار ہوگی جس کی قرآن مجید میں مذمت آئی ہے اور کفار جو کہ قربانی ان لکڑی اور پتھروں کے بتوں کی خوشنودی کے لئے پیش کرتے تھے اس کے مقابلے میں بت شکن زمان حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ کی سنت کو رائج کیا اور یہ حکم دیا کہ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں ۔ سورہ حج ۳۴ میں فرمایا :وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً لِّيَذْكُرُواْ اسْمَ اللَّهِ عَلَىَ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَاهُكُمْ إِلَاهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُواْ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ

اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک دستور مقرر کیا ہے تاکہ وہ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں عطا کیے ہیں، پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس اسی کے آگے سر تسلیم خم کرو اور (اے رسول) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔

ان قربانیوں کو اللہ کے نام کرنے کا حکم دیا چونکہ مشرکین اپنی قربانیوں کو اپنے جعلی معبودوں کے نام کرتے تھے ، اسی آیت کا آخری حصہ امت محمدی کے لئے کچھ یوں دستور دیتی ہے:

فَإِلَاهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُواْ پس تمہارا معبود تو ایک ہی ہے اسی کے نام پر ذبح کرو اور اپنی قربانیوں کو غیر اللہ کے نام نہ کرو اور اللہ کے حضور ہی اپنے آپ کو سر تسلیم خم کرو۔

اور جو اللہ کے لئے قربانی کرتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا:

وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (۳۴)اور اللہ کے سامنے تواضع کرنے والوں کو خوشخبری دے دو ، پھر اگلی آیت میں ان تواضع کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ:

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ الصَّابِرِينَ عَلَىَ مَا أَصَابَهُمْ وَ الْمُقِيمِي الصَّلَوةِ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ

جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپنے لگتے ہیں اور وہ مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔ (حج ۳۵)

پس اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مخلصین اور محبینِ خدا کے دلوں میں غیر اللہ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی اور وہ اپنے ہر عمل کو صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے خاص کرتے ہیں۔

جیسا کہ سورہ انعام کی آیت ۱۶۲ میں ارشاد ہوتا ہے :قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِين

کہہ دو(اے رسول ﷺ) میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے ۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی اول مخلوق نور اول محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے اپنی نورانی خلقت اپنے حبیب ﷺ کی توحید خالص کو بیان فرما رہا ہے اور یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ تمہاری نماز اور تمہاری قربانی اور تمہاری زندگی وموت سب اللہ کے لئے خالص ہونی چاہئے ۔

اللہ کس کی قربانی قبول کرتا ہے ؟

اگرچہ گزشتہ ابحاث سے اس سوال کا جواب بھی اجمالاً واضح ہو گیا ہے لیکن قارئین کرام کے لئے مزید اس نکتے کی وضاحت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جب فرزندانِ آدم کو قربانی کا حکم دیا اور جس فرزند کی قربانی قبول کی اس کی وجہ بھی بیان فرمائی :

فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ (سورہ مائدہ ۲۷)

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے جناب ہابیلؑ کی قربانی قبول فرمائی اور قابیل کی قربانی رد ہو گئی تو قابیل نے کہا میں تجھے قتل کروں گا ، تو اس کے جواب میں ہابیل نے فرمایا :قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (سورہ مائدہ ۲۷)

(مجھے قتل کیوں کرتے ہو) اللہ تو صرف تقویٰ رکھنے والوں سے قبول کرتا ہے ۔

اور اسی بات کو مزید واضح طور پر سورہ حج میں بھی بیان فرمایا:لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَ لَا دِمَاؤُهَا وَ لَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ

اللہ کو نہ اس کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اس کا خون بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے ۔ (سورہ حج ۳۷)

پس قربانی کے قبول ہونے کا معیار تقویٰ الٰہی ہے۔

امیرالمؤمنین یمن سے غدیر تک

مولانا ابو موسیٰ نجفی

۸ ہجری میں پیغمبر اسلام ﷺ نے خالد بن ولید کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کیا جہاں ان لوگوں نے ۶ ماہ قیام کیا اور اس عرصہ میں وہاں کے باشندوں کو دعوت اسلام دیتے رہے مگر ان کی تبلیغی کوششیں بارآور ثابت نہ ہوئیں ، نہ کسی نے ان کی باتوں پر کان دھرا اور نہ کسی نے کوئی اثر لیا ، برا ابن عازب جو اس جماعت میں شریک تھے وہ کہتے ہیں :

بعث رسول الله خالد بن الوليد الى اهل اليمن يدعوهم الى الاسلام فكنت فيمن سار معه فاقام عليه ستة اشهر لا يجيبون الى شیء(تاریخ طبری ج ۳، ص۱۳۱)

رسول خدا ﷺ نے خالد بن ولید کو اہل یمن کی طرف بھیجا تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں ، ان کے ساتھ جانے والوں میں میں بھی تھا ، وہ ۶ ماہ وہاں ٹھہرے مگر کسی نے ان کی کوئی بات نہیں مانی ۔

پیغمبر اکرم ﷺ کو جب اس تبلیغی مشن کی ناکامی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے علی ابن طالب علیہما السلام کو اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ خالد اور ان کے ساتھیوں کو واپس بھیج دیں ، اگر کوئی اپنی مرضی کے ساتھ آپؑ کے ساتھ رہنا چاہے تو وہ رہ جائے ۔ براۃ بن عازب کہتے ہیں :

قَالَ الْبَرَاءُ فَكُنْتُ فِيمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى أَوَائِلِ أَهْلِ الْيَمَنِ وَ بَلَغَ الْقَوْمَ الْخَبَرُ فَتَجَمَّعُوا لَهُ فَصَلَّى بِنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ع الْفَجْرَ ثُمَّ تَقَدَّمَ بَيْنَ أَيْدِينَا فَحَمِدَ اللَّهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَى الْقَوْمِ كِتَابَ رَسُولِ اللَّهِ ص فَأَسْلَمَتْ هَمْدَانُ كُلُّهَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ وَ كَتَبَ بِذَلِكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ص فَلَمَّا قَرَأَ كِتَابَهُ اسْتَبْشَرَ وَ ابْتَهَجَ وَ خَرَّ سَاجِداً شُكْراً لِلَّهِ تَعَالَى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَ جَلَسَ وَ قَالَ السَّلَامُ عَلَى هَمْدَانَ السَّلَامُ عَلَى هَمْدَانَ

(تاریخ طبری ج ۳، ص۱۳۱)

براء کہتا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو علیؑ کے ساتھ گیا ، پس جب ہم یمن کے ابتدائی علاقے می پہنچے تو لوگوں تک خبر پہنچ گئی وہ جمع ہو گئے ، امیر المؤمنین ع نے ہمارے ساتھ فجر کی نماز پڑھی اور نماز سے جب فارغ ہوئے تو ہم نے ایک صف بنائی ، پھر امیر المؤمنین علیہ السلام ہمارے سامنے آئے ، انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء کی پھر اللہ کے رسول ﷺ کا خط پڑھا تو ہمدان کا سارا قبیلہ ایک دن میں اسلام لے آیا ، مولا علی علیہ السلام نے اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو خط میں دی تو جب رسول اللہ ﷺ نے مولا علی علیہ السلام کا خط پڑھا تو سجدہ شکر میں چلے گئے اور پھر بیٹھ گئے اور فرمایا : اہل ہمدان پر سلام ہو ، اہل ہمدان پر سلام ہو ۔

جنگ صفین میں یہ قبیلہ ہمدان حضرت علی علیہ السلام کا بازوے شمشیر زن تھا اور آپؑ نے ان جانفشانیوں اور معرکہ آرائیوں کو دیکھ کر فرمایا تھا:

فَلَوْ كُنْتُ بَوَّاباً عَلَى بَابِ جَنَّةٍ -
لَقُلْتُ لِهَمْدَانَ ادْخُلُوا بِسَلَامٍ

بحار الانوار (ط - بیروت) ؛ ج ۳۲ ؛ ص ۴۷۷

اگر میں جنت کے دروازے کا دربان ہوتا تو قبیلہ ہمدان سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کے بعد یمن میں اسلام کی ترقی و فروغ کی راہیں کھل گئیں ، لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے کفر کی گھٹائیں چھٹ گئیں ، آفتاب ہدایت کی درخشندگیوں سے ظلمت کدہ کفر میں اجالا ہو گیا ، ہر طرف توحید کی صدائیں گونجنے لگیں اور نسیم ایمان کے جھونکوں سے دل و دماغ تروتازہ ہو گئے ، اسی وجہ سے قبیلہ ہمدان کی عظمت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نعم الحی همدان ما اسرعها الی النصر

ہمدان قبیلہ کس قدر اچھا ہے اس نے حق کی نصرت میں کس قدر جلدی کی۔

واصبرها علی الجهد فیهم ابدال

انہوں نے کس قدر کوشش پر صبر کیا ، اس قبیلہ میں ابدال ہیں۔ (الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، للسید جعفر مرتضٰی العاملی حفظہ اللہ، ج۲۶، ص۲۰۳-۲۴)

ہمدان قبیلہ کی عظمت کو مزید ان دو واقعات سے سمجھ سکتے ہیں :

یزید ملعون کی موت کے بعد جب اہل کوفہ نے ارادہ کیا کہ کوفہ کی امارت عمر بن سعد ملعون کو دی جائے تو اس وقت :

جائت نساء همدان و ربیعه و کهلان و الانصار و النخع الی الجامع الاعظم صارجات باکیات معولات یندبن الحسین و یقلن اما رضی عمر بن سعد یقتل الحسین حتی اراد ان یکون امیر علینا علی الکوفة فبکی الناس و اعرضوا عنه ۔ (الصحیح من سیرۃ النبی ، ج ۲۶، ص۲۲۳)

قبیلہ ہمدان ، قبیلہ ربیعہ ، قبیلہ کھلان ، قبیلہ انصار اور قبیلہ نخع کی عورتیں چیختے چلاتے اور روتے ہوئے مسجد کوفہ میں آئیں اور وہ حسینؑ پر گریہ کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کیا عمر بن سعد قتلِ حسینؑ پر راضی نہیں ہوا کہ اب وہ کوفہ میں ہمارا امیر بننا چاہتا ہے۔ لوگ رونے لگے اور اس سے اعراض کر لیا۔

اسی طرح جب امام حسن علیہ السلام کو زخمی کیا گیا تھا تو اس وقت مولا حسن علیہ السلام نے :

دعا ربیعة و همدان فاطافوا به و منعوه ۔ (الصحیح من سیرۃ النبی الاعظمؐ، ج۲۶، ص۲۲۳)

ربیعہ اور ہمدان والوں کو آواز دی ، انہوں نے امام حسن علیہ السلام کو گھیر لیا اور لوگوں کو روکا تھا۔

اور واقعہ کربلا میں ۱۰ شہداء ہمدان قبیلہ کے بھی ہیں اور ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں :

۱: بریر بن خضیر الهمدانی ، ۲:سیف بن حارث بن سریع الجابری الهمدانی ، ۳:حنظله بن اسعد الهمدانی ، ٤: ابو ثمامه زیاد بن عمر و العائدی الهمدانی ، ٥:عابس بن ابی شبیب الشاکری الهمدانی ، ٦:سوار بن ابی خمیر الجابری الهمدانی، ٧:سوار بن منعم بن حابس الهمدانی

اور شہداء کربلا میں ۳۴ یمنی شہداء ہیں۔ (**دور القبائل الیمنیه فی الدفاع عن اهل البیتؑ ، اصغر منتظر القائم**، ص۵۵۱)

امیر المؤمنین علیہ السلام کتنی دفعہ یمن گئے؟

السید جعفر مرتضٰی العاملی نے الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم کی ج۲۶، ص۲۵۹ پر لکھا ہے کہ:

مولا علی علیہ السلام یمن میں دو دفعہ گئے ہیں ، پہلی دفعہ گئے تو سارے ہمدان نے اسلام قبول کیا ، تبلیغ کے کچھ عرصہ بعد مولا علیؑ واپس آ گئے تو پھر

ان اهلها شعروا بحاجتهم الی من یفقههم فی الدین

تو اہل ہمدان نے ضرورت محسوس کی کہ کوئی ہو جو ان کو دین کی سمجھ بوجھ دے تو انہوں نے اپنا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے مولا علی علیہ السلام کو دوبارہ یمن بھیجا۔

فقال النبی انطلق یا علی الی اهل الیمن ففقههم فی الدین و علمهم السنن و احکم فیهم بکتاب الله

پیغمبر اسلام نے فرمایا: اے علیؑ آپؑ اہل یمن کی طرف جاؤ اور ان کو دین کی تعلیم دو ، سنت نبیؐ سکھاؤ اور اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرو۔ (الصحیح من سیرۃ النبیؐ ، ج۲۶، ص۲۵۹)

اسی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ نے مولا علی علیہ السلام کو تحریر فرمایا کہ وہ مکہ پہنچ کر حجۃ الوداع میں شریک ہوں چونکہ آپ اس وقت یمن میں تھے جب پیغمبر اسلام نے مولا علی علیہ السلام کو دیکھا تو چہرہ فرط مسرت سے دمک اٹھا اور اس حج کے بعد غدیر میں اپ کی امامت کا اعلان کیا گیا۔

معاہدہ حدیبیہ (۲)

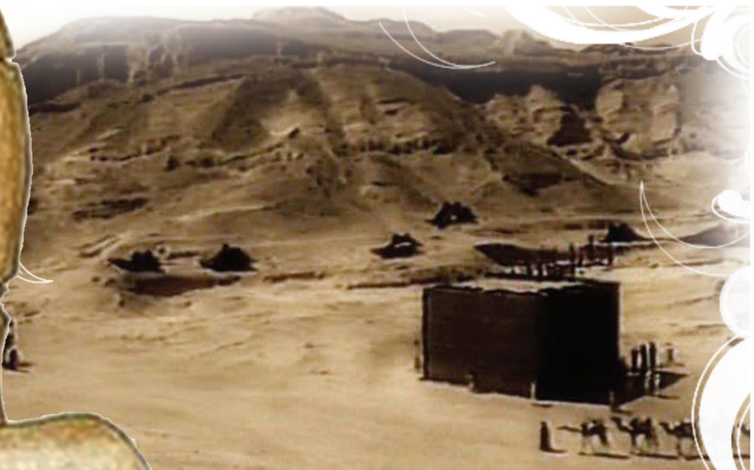

مولانا قیصر عباس نجفی

پیغمبر اسلام ﷺ حدیبیہ پہنچے اور ادھر سے قریش نے بدیل ابن ورقاء خزاعی کو بنی خزاعہ کے چند آدمیوں کے ہمراہ آنحضرت ﷺ سے گفت و شنید کے لئے بھیجا، اس نے حدیبیہ میں پہنچ کر آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ ترک کر دیں اور یہاں سے واپس چلے جائیں، اگر آپ ﷺ آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے تو قریش مزاحم ہوں گے اور کسی صورت میں آپ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم خانہ کعبہ کا طواف اور مراسم زیارت بجالانے کے لئے آئے ہیں، قریش کو ہماری طرف سے مطمئن رہنا چاہئے، ہم نہ جنگ کے ارادے سے آئے ہیں اور نہ ہی جنگ لڑیں گے۔ بدیل ابن ورقاء پلٹ کر رسول اللہ ﷺ کا پیغام قریش کو پہنچایا، قریش نے کہا کہ یہ مانا کہ ان کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے، پھر بھی ہم انہیں حدودِ مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اگر وہ سینہ زوری سے داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو ہم پوری قوت و طاقت سے انہیں روکیں گے۔ (سیرت امیر المومنین ص ۲۳۰)

پس اس کے بعد قریش والوں نے عروہ بن مسعود کو پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس بھیجا جو کہ عقلمند اور سمجھدار شخص تھا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کا حرم میں داخل ہونا بہت دشوار اور ناممکن ہے، آپ ﷺ کی قوم کے تمام مرد عورتیں، بچے بوڑھے مکہ سے باہر خیمے لگائے ہوئے پڑے ہیں اور یہ قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ زندہ ہیں آپ ﷺ کو حرم میں داخل نہ ہونے دیں گے، کیا آپ ﷺ اپنی قوم کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں تو پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ان سے جنگ کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ طواف اور سعی کرنا چاہتا ہوں اور اپنے اونٹوں کو ذبح کروں گا اور ان کا گوشت تم کو دوں گا اور اس کے بعد واپس چلا جاؤں گا تو عروہ نے خدا کی قسم کھائی اور کہا کہ آج کے دن کی مانند کوئی دن میں نے نہیں دیکھا کہ جو ایسے ارادے سے آئے جس سے آپ آئے ہیں اور اس کو روکا گیا ہو۔

پھر وہ قریش کے پاس گیا اور حضور ﷺ کا پیغام سنایا۔ ان لوگوں نے کہا کہ بخدا اگر محمد ﷺ مکہ میں داخل گئے اور عرب کو معلوم ہو گیا تو ہم ذلیل ہو جائیں گے اور عرب ہم پر دلیر ہو جائیں گے۔ (حیات القلوب ج ۴، ص ۱۰۹۳)

اور عروہ ابن مسعود نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پر شوکت درباروں کو دیکھا ہے مگر جو شان و اور شوکت اور عقیدت و احترام کا جذبہ یہاں دیکھا ہے وہ کہیں نظر نہیں آیا، ہمیں چاہئے کہ انہیں طواف اور عمرہ کی اجازت دے دیں، مگر قریش اپنی ضد پر اڑے رہے۔ (سیرت امیر المؤمنین ص ۲۳۱)

اس کے بعد حلیس ابن علقمہ نے جب معاملہ حل ہوتا نہ دیکھا تو کہا مجھے اجازت دی جائے میں حالات کا جائزہ لے کر مناسب تجویز پیش کروں گا، قریش نے اس کو اجازت دی اور وہ حدیبیہ کی جانب روانہ ہوا، جب اس نے مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب قربانی کے اونٹ دیکھے جو بھوک کے مارے بلبلا رہے تھے اور لبیک اللھم لبیک کی آوازیں سنیں تو وہ وہیں سے پلٹ آیا اور قریش سے کہا کہ ان لوگوں کو طواف و زیارت کعبہ سے روکنا سراسر ظلم ہے اور کوئی وجہ جواز نہیں ہے کہ ہم مراسم زیارت کی بجاآوری سے مانع ہوں، مگر قریش ٹس سے مس نہ ہوئے، حلیس نے ان کی ہٹ دھرمی دیکھی تو کہا:

یا معشر قریش واللہ ما علی هذا حالفناکم ولا علی هذا عاقد ناکم ان تعدوا عن بیت اللہ من جاءه معظما له ۔ (تاریخ طبری ج۲ ص ۲۷۶)

اے گروہ قریش ہم تمہارے حلیف سہی مگر نے اس بات پر تم سے عہد و پیمان نہیں باندھا تھا کہ جو خانہ کعبہ کے مراسم تعظیم بجالانے کے لئے ائے تم اسے روکو اور آنے سے منع کرو ۔

جب ان سفارشوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو آنحضرت ﷺ نے خراش ابن امیہ خزاعی کو اپنے اونٹ پر سوار کرا کے قریش کے ہاں بھیجا تاکہ انہیں اطمینان دلائیں کہ پیغمبر ﷺ کا مقصد جنگ نہیں ہے بلکہ عمرہ و زیارت ہے ، خراش نے مکہ پہنچ کر قریش سے بات چیت کی اور ان سے کہا کہ وہ طواف و مراسم زیارت کے بجالانے سے مانع نہ ہوں مگر قریش نے ان کی بات نہ مانی اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے ، حلیس اور اس کے زیر اثر قبائل نے جب یہ دیکھا کہ قریش انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں تو وہ ان کے سینہ سپر بن گئے اور انہیں تلواروں کے نرغہ سے نکال کر واپس بھیج دیا ، البتہ قریش نے اپنی ذہنی شکست خوردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کا اونٹ کاٹ ڈالا ، قریش نے اس پر اکتفاء نہ کیا بلکہ پچاس سر پھروں کو آنحضرت ﷺ کی قیام گاہ کی طرف بھیجا تاکہ مسلمانوں کو ہراساں کر کے واپسی پر مجبور کریں ، چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب پہنچ کر تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی ، مسلمان اسے بے دست و پا نہ تھے کہ ان سے مغلوب ہو جائیں انہوں نے گھیرا ڈال کر سب کو گرفتار کر لیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کے سامنے پیش کیا ، آپ نے امن پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور سب کو رہا کر دیا اور مشرکین کو عملاً یہ پیغام دیا کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ۔

اب پیغمبر اسلام ﷺ نے دوسرے صاحب کو بلایا کہ تم مکہ جا کر قریش کو واضح طور پر بتاؤ کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ طواف کعبہ اور مراسم زیارت بجالانے کے لئے آئے ہیں تو اس صاحب نے اپنی معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا :

لیس بمکة من بنی عدی من یمنعنی و قد علمت قریش عداوتی و غلظتی علیها و اخافها علی نفسی فارسل عثمان فهو اعز بها منی ۔ (تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۸)

مکہ میں میرے قبیلہ بنی عدی کا کوئی ایسا فرد نہیں ہے جو میری حفاظت کا ذمہ لے اور قریش سے میری عداوت اور ان کے خلاف میری سختی و تشدد پسندی ڈھکی چھپی نہیں ہے ، مجھے تو ان سے اپنی جان کا خطرہ ہے ، آپ ﷺ عثمان کو بھیج دیں وہ مجھ سے زیادہ با اثر ہیں ۔

اب پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت عثمان کو بلایا اور انہیں اس کام پر مامور فرمایا اور ان کے عقب میں دس مہاجرین کا ایک وفد بھیج دیا جب یہ لوگ مکہ میں پہنچے تو حضرت عثمان نے ابو سفیان اور اکابر قریش کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے پیغام دیا کہ وہ بلاوجہ مزاحمت نہ کریں جبکہ وہ زیارت کعبہ کے قصد سے آئے ہیں اور وہ قطعاً جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے ، مگر قریش نے ان کی ایک بات نہ سنی اور انہیں واپس بھیجنے کی بجائے اپنے ہاں روک لیا ۔

ان لوگوں کے مکہ میں روک لئے جانے پر مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان اور دوسرے مہاجرین قتل ہو گئے ، اب چونکہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے بسلسلہ سفارت بھیجے گئے تھے اور سفیروں کا قتل مسلمہ بین الاقوامی آئین کے خلاف ہے اس لئے اس غیر آئینی قتل پر مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور مسلمان کہنے لگے ہم اس قتل کا بدلہ لئے بغیر مدینہ واپس نہیں جائیں گے ، جب پیغمبر اسلام ﷺ نے اس صورتحال کو دیکھا تو مسلمانوں کو کیکر کے درخت کے نیچے جمع کیا اور ان سے اس امر پر بیعت لی کہ وہ جنگ چھڑ جانے پر میدان سے منہ نہیں موڑیں گے اور پورے ثبات قدم کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں گے ، چنانچہ جناب جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں :

بایعنا رسول اللہ علی ان لا نفر ۔ (تاریخ طبری ج ۲،ص۲۷۹)

ہم نے رسول خدا ﷺ کی اس بات پر بیعت کی کہ ہم فرار اختیار نہیں کریں گے ۔ اس بیعت کو بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ خداوندِ عالم نے اس پر رضا و خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے :

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح۱۸)

بتحقیق اللہ ان مومنین سے راضی ہو گیا جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے، پس جو ان کے دلوں میں تھا وہ اللہ کو معلوم ہو گیا، لہٰذا اللہ نے ان پر سکون نازل کیا اور انہیں قریبی فتح عنایت فرمائی۔

نوٹ: اس بیعت کے بعد یہ کیکر کا درخت متبرک سمجھا گیا اور مسلمان ادھر سے گزرتے تو اس کے نیچے نماز پڑھتے اور بیعت رضوان کی یاد تازہ کرتے ، جب مسلمانون کے خلیفہ ثانی کو اس کا علم ہوا تو انہوں سے اسے ناگوار سمجھا اور اعلان کیا اگر کوئی شخص وہاں جا کر نماز پڑھے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور حکم دیا کہ اس درخت کو کات دیا جائے اور یہ درخت کاٹ دیا گیا ۔ (سیر ت امیر المؤمنین ص ۲۳۳،۲۳۲)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے ----

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

ترتیب: مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

سوال : حدیث غدیر کی سند حقیقی کیا ہے؟ کیا حدیث سنی و شیعہ فریقین کے مطابق متواتر ہے اور کیا دعویٰ تواتر صحیح ہے اگر حدیث غدیر متواتر ہے تو متواتر کی کونسی قسم ہے لفظی یا معنوی ؟

جواب: حدیث غدیر لفظا اور معنیً دونوں لحاظ سے متواتر ہے ہمارے علماء ابر ار نے کتابیں تالیف کی ہیں کہ جس میں یہ سند موجود ہے علامہ امینی قدس سرہ کی کتاب الغدیر کی جزء اول میں اور السید حامد حسین کی کتاب العبقات میں۔

سوال:کلمہ "ولیکم "کا معنی ولایت تکوینی اور تشریعی ہے یا ولیکم کا معنی ارشادی ہے جو کہ محب اور نصیر ہے جیسا کہ اہلسنت علماء کی رائے ہے کہ ولیکم کا معنی محب اور نصیر ہے جبکہ شیعہ مکتبِ فکر کے مطابق ولیکم کا معنی وسیع ہے یعنی ولیکم کا معنی ولایت تکوینی اور تشریعی ہے اس معنی کے اوپر دلیل شرعی کیا ہے ؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظ مولیٰ کے بہت سارے معانی ہیں مگر یہاں پر معنی "اولیٰ بالتصرف "ہے جو کہ ولایت مطلقہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو ولایت مطلقہ رسولِ اکرم ﷺ کے لئے ثابت تھی دوسرا حدیث غدیر میں ایسے قرائین لفظیہ اور غیر لفظیہ موجود ہیں کہ جنکو دیکھ کر کوئی مصنف عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ رسول ﷺ نے اس معنی کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لیا ہے۔

سوال: رسول اکرام ﷺ نے حدیث غدیر بیان کرنے کے لئے غدیر خم کا انتخاب کیوں فرمایا حالانکہ حج کا بہترین وقت تھا حدیث غدیر کے لئے۔ یا حج کے فورا بعد حدیث غدیر بیان کر دیتے جبکہ غدیر خم کا مکان ۲۵۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے یہاں پر تو مسلمان متفرق ہو چکے تھے ؟

جواب: غدیر خم کے مکان کا انتخاب اللہ کے حکم سے ہوا تھا اور آیت غدیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے غدیر کے مقام پر پہنچے سے پہلے یہ طلب کیا تھا اور نبی ﷺ مخالفین کے اس فتنہ سے خوف زدہ تھے کہ کہیں وہ نبی سے ان کی زندگی میں جنگ اور ارتدادِ عام کا اعلان نہ کردیں اور یہ اسلام کے لئے صحیح نہ ہوتا اور جب اللہ نے ضمانت دی کہ یہ فتنہ بھرپا نہیں ہوگا جیسا کہ آیت تبلیغ میں ہے کہ اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا تو جب نبی ﷺ مطمئن ہوگئے کہ فتنہ بھرپا نہیں ہوگا تو آپ ﷺ نے اعلانِ ولایت کر دیا۔

سوال: کیا غدیر کا دن عید ہے؟اس پر کیا دلیل ہے اور عیدِ غدیر کے اعمال کیا ہیں اور عیدِ غدیر کے دن جب ہم ایک دوسرے کو مبارک دیں تو کیسے دیں اور اس پر دلیلِ شرعی کیا ہے؟

جواب:غدیر کا دن عید ہے اس بارے آئمہ علیہم السلام سے روایات ہیں کہ یوم غدیر عید ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر گروہ کے لیڈر جب قیادت سنبھالتے ہیں تو اس روز کو عید کو طور پر لیتے ہیں جب کہ یومِ غدیر ان سے زیادہ حق رکھتا ہے چونکہ غدیر کے دن تو دین مکمل ہوا تھا اور سلامی دین کے قیامت تک کے لئے قواعد وضع کئے گئے تھے اور عید غدیر کے دن مبارک باد دینا مستحب مؤکد ہے اور حکم دیا گیا کہ مؤمنین ایک دوسرے کو اس طرح عید مبارک کریں "الحمد للہ الذی جعلنا من المتمسکین بولایۃ علی و اولادہ الاطہار علیہم السلام " زیارات کی کتابوں میں روایات موجود ہیں جو اس طرح مبارک دینے کا بتلاتی ہیں اور عید غدیر کے دن کے اعمال مفاتیح الجنان میں موجود ہیں ۔

سوال:یہ بات ثابت ہے کہ عید فطر اور عید ضحیٰ کے دن روزے رکھنا حرام ہے اور یوم غدیر بھی عید ہے جبکہ مفاتیح الجنان میں مذکور ہے کہ عید غدیر کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے حالانکہ یہ عید کا دن ہے؟

جواب: روزہ رکھنا حرام ہے یہ فقط عید ضحیٰ اور عید فطر کے ساتھ خاص ہے ہر ایک کا حکم نہیں ہے ۔

سوال:غدیر کے دن رسولِ اکرم ﷺ حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے : یامعاشر الناس جبکہ یہ نہیں کہا کہ یا معاشر المسلمین حالانکہ عید غدیر کے مقام پر سارے مسلمان موجود تھے ؟

جواب: بعید نہیں کہ اس لئے رسول اکرم ﷺ نے کہا خطاب مؤمن اور منافق دونوں کو شامل ہے مثلاً یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون جیسا کہ یہاں خطاب دونوں کو شامل ہے مگر یہ کہنا زیادہ

بہتر ہے کہ انسان کا خطاب کر کے ضمائر میں تحریک مقصود تھی ۔

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ تمام کی تمام عبادات نماز و روزہ وغیرہ قبول نہیں جب تک کہ انسان مولا علی علیہ السلام اور باقی آئمہ علیہم السلام کی ولایت پر ایمان نہ رکھےاور اس پر قرآنی دلیل کیا ہے؟

جواب: خدا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ انما یتقبل اللہ من المتقین کہ خدا صرف متقیوں کے اعمال قبول کرتا ہے اور جو آدمی مولا علیہ السلام کی ولایت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ اللہ کے حکم کا انکار کر رہا ہے پس وہ متقی نہیں ہے ۔پس یہ انسان قبولِ اعمال کا مستحق نہیں ہے ۔

سوال: جو مولا علی علیہ السلام کی ولایت کا منکر ہے اور باقی آئمہ علیہم السلام کی ولایت کا منکر ہے کیا وہ کافر ہے اور ہمیشہ آگ میں رہنے کا مستحق ہے؟

جواب: اگر وہ ناصبی ہے اور مولا علی علیہ السلام اور باقی آئمہ علیہم السلام سے عداوت کا اظہار کرتا ہے وہ کافر کے حکم میں ہے بلکہ وہ حقیقت میں کافر ہے اس پر کافر کے احکام جاری ہوں گے اگر وہ آئمہ علیہم السلام سے عداوات کا اظہار نہیں کرتا اور توحید، نبوت اور قیامت پر اعتقاد رکھتا ہے اور مسلمات کا منکر نہیں ہے تو وہ مسلمان ہے اور اس پر مسلمان کے احکام جاری ہوں گے ۔

سوال: کیا کوئی نہج البلاغہ میں نص صریح موجود ہے جو مولا علی علیہ السلام کی امامت اور باقی آئمہؑ کی امامت پر دلالت کرے ؟

جواب: امامت پر نصوص فقط نہج البلاغہ میں محصور نہیں ہیں بلکہ باقی کتب میں بھی موجود ہیں مثلاً عیون المعجزات، ھدایۃ الابرار، مناقب ابن شہر آشوب اور بحار اور دوسری بات یہ ہے کہ جو نہج البلاغہ ہمارے پاس موجود ہے اس میں مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کے تمام خط ، رسائل اور خطب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ خطبے موجو نہیں جن کو السید شریف رضی نے منتخب کیا اور ان خطبوں میں خطبہ شقشقیہ ہے جس میں مولا علی علیہ السلام نے اپنے غیر کی خلافت کو رد کیا ہے اور فرمایا کہ میں ہی فقط امامت و خلافت کا مستحق ہوں اور جب مولا علی السلام کی خلافت ثابت ہوگئی تو باقی آئمہ علیہم السلام کی خلافت بھی ثابت ہوجاتی ہے ۔

سوال: کیا کتب اہل سنت میں یہ روایت موجود ہے من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ اور اس کی سند کیسی ہے؟

جواب: کتبِ اہلسنت میں اکثر مقامات پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے ۔

سوال: ہمارے متقد مین علماء مثلا الشیخ صدوق ، الشیخ مفیدہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جو امامت کا قائل نہیں وہ کافر ہے اور جوامامت کا قائل نہیں اس کا آخرت میں ٹھکانہ کیا ہے؟

جواب: جو امامت قائل نہیں اس کا ٹھکانہ تو معلوم ہے کیونکہ وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور آئمہ علیہم السلام کے بارے میں اعتقاد نہ رکھنے والا کافر ہے اس کفر کے چند معانی ہیں جیسا کہ ایمان کے چند معانی ہیں کیونکہ کفر کا مطلب انکار ہے اور احکامِ شریعہ میں ہر عمل ولایت کے ذریعے قبول ہوگا لہٰذا جس نے امامت کے اعتقاد کو ترک کیا اس نے اسلام پر اعتقاد سے انکار کیا اور ہر عمل اعتقادِ امامت کے ساتھ مربوط ہے اور متقد مین علماء کی یہی مراد ہے۔

سوال: کیا یہ تواتر کے ساتھ موجود ہے کہ امام علیہ السلام نے حالتِ رکوع میں زکات دی تھی؟

جواب: جی ہاں تمام مسلمان جو کہ مصنف ہیں ان کا اتفاق ہے کہ مولا علی علیہ السلام نے حالتِ رکوع میں انگوٹھی دی تھی ۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ کی خدمت میں جرمنی کے سفیر

مرجع مسلمین و جہان تشیّع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین النجفی دام ظلہ الوارف نے اپنے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کو آئے جرمنی کے سفیر ڈاکٹر سائیل نون سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ جرمنی اور عراق کے درمیان ان تمام شعبوں میں تعلقات کو مزید بہتر بنانے پر زور دیا جائے جسمیں دونوں ملکوں اور انکی عوام کی بھلائی ہو خاص کر اقتصادی اور امنی تعلقات کو مزید بہتر بنایا جائے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے مہمان سفیر سے مخاطب ہوتے ہوئے بعض اسلامی بنیادوں کو ذکر کیا جیسے " وطن سے محبت ایمان کا جز ہے " اور اپنے ملک کی حفاظت کرنا اور اسکی خدمت اسلامی نقطہ نظر ہے اس لئے کہ وطن انسان کا معنوی مادر کا درجہ رکھتا ہے ۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے مزید بیان فرمایا کہ دہشت گردی کا نہ تو اسلام سے اور نہ ہی انسانیت سے رتی برابر بھی کوئی لینا دینا ہے ، قابل افسوس بات ہے کہ معاشروں کو تباہ کرنے اور جنگوں کو اپنی عادت بنانے والوں کی جانب سے عقائدی حوالے سے اپنی پوری طاقت کو اسے ثابت کرنے میں صرف کیا جا رہا ہے ۔

اپنی جانب سے مہمان سفیر نے مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کا قیمتی وقت دینے پر شکریہ ادا کیا ۔

مرکزی دفتر کے وفد کی حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد سعید الحکیم دام ظلہ الوارف کے وفد سے ملاقات

مرکزی دفتر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف نجف اشرف سے حجاج کرام کی خدمت کے لئے حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ کی سربراہی میں سعودیہ میں موجود وفد نے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد سعید الحکیم دام ظلہ الوارف کے وفد سے ملاقات کی ۔

حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ نے بتایا کہ اس عظیم الٰہی شعائر کی اہمیت کے پیش نظر مراجع عظام کے وفود کے درمیان ملاقاتوں اور زیارتوں کا سلسلہ جاری ہے تاکہ مشترکہ کوششوں سے حج کیلئے آنے والے مؤمنین کرام کی خدمت کی جاسکے ۔

دفترحضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف ودفترحضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی دام ظلہ الوارف کے وفود کی متبادل ملاقاتیں اور زیارتیں

مدینہ رسول ﷺ میں موجود مراجع عظام (حفظھم اللہ) کے وفود کے درمیان آپسی ملاقاتوں اور زیارتوں کے ضمن میں دفترحضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی دام ظلہ الوارف کے وفد نے مرکزی دفترکے وفد کی قیام گاہ کی زیارت کی اور حجاج کرام کی خدمت کیلئے مشترکہ کوششوں پر تبادلہ خیال کیااسی طرح دفتر مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کے وفد نے حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ کی سربراہی میں دفتر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی دام ظلہ الوارف کے وفد کی قیام گاہ کی بھی زیارت کی اور اراکین وفد سے ملاقاتیں کی۔

مختلف ممالک کے حاجیوں کی مرکزی دفتر کے وفد کی قیام گاہ آمد

مکہ مکرمہ میں مرکزی دفتر مرجع مسلمین و جہان تشیّع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف کی جانب سے حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ کی سربراہی میں موجود وفد کی قیام گاہ کی مختلف ممالک سے آئے ہوئے حجاج کرام نے زیارت کی ۔ وفد کے سربراہ حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ نے حجاج کرام کا استقبال فرماتے ہوئے ان تک مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کا پیغام اور دعائیں نقل فرمائیں ۔

حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ نے مہمان حجاج کرام سے خطاب کرتے ہوئے انہیں نجف اشرف سے مسلسل رابطے میں رہنے اور اسلام و اہلبیت علیہم السلام کی ثقافت اور اخلاق سے آگاہی حاصل کرنے پر تاکید فرمائی اس لئے کہ یہی دنیا وآخرت دونوں میں انسان کی حقیقی سعادت کا ذریعہ ہیں ۔

علی ولی اللہ

سالانہ ممبر شپ 300 روپے

مرکزی ایڈریس:
امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر 2، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان